رجسٹرڈ ایل نمبر

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانیوالا اکیلا اخبار

ہر مہینے کی ۳۔ ۱۷ کو قادیان سے شایع ہوتا ہے

مورخہ تاریخ ۱۶ جون ۱۹۲۴ ع

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (عہ)
" ششماہی " ایکروپیہ (عہ)
" امرا سے سات روپے (عہ)
" سالانہ ممالک غیر سے ۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت ظاہر کرنا
۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

جلد (۱۷) ایڈیٹر۔ شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ وودان برہمچاری نمبر (۱۸)

قلمی تبلیغ اور اخبار نور

از قلم جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی گڑگانوہ

در اصل مولوی صاحب موصوف نے "آریہ سماج اسلام کا سر لیس ہے" کے عنوان کی نور کے لئے ایک مبسوط مضمون لکھا تھا۔ مگر یہ مضمون مجھے اسوقت ملا جبکہ کاپیاں پریس میں جانیکے لئے بالکل تیار تھیں۔ اس لئے افسوس کہ مولانا کا یہ زبردست اور قابل قدر مضمون شایع نہیں ہوسکا۔ اگر نور کی دوبارہ حیات کی کوئی صورت پیدا ہوگئی تو انشاء اللہ مولانا کا یہ مضمون سب سے پہلے شایع کیا جائیگا۔ فی الحال آپکے مضمون کی آخری حصہ کو جو نور کی ناچیز خدمات کے متعلق ہے۔ ٹائیٹل کے صفحہ سے پہلا مضمون حذف کر کے درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ عام مسلمان عموماً اور احمدی جماعت خصوصاً اس آڑے وقت میں نور کے متعلق اپنے فرض کو سمجھ سکیں۔ ایڈیٹر

تبلیغ کی ایک صورت قلمی تبلیغ ہے۔ اسوقت ہندوستان کے بعض اخبارات تبلیغ کا دعا کرتے ہیں لیکن کسی کی مالی حالت خراب ہے بعض کی نیتیں خراب ہیں کسی کی مالی حالت زیادہ اچھی ہونے کی وجہ سے للہیت جاتی ہی ہے۔ اور وہ محض اپنی ذاتی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ شیخ محمد یوسف صاحب نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں خاص و نمایاں حصہ لیا ہے۔ ان کی سب کتابیں موجودہ زمانہ کی زبردست "آرٹلری" ہیں۔ جس سے ہر اسلامی تبلیغی لشکر کو مسلح ہونا چاہیئے۔ میں نے انہیں سے بعض کتابوں کو بالاستیعاب پڑھ کے ایک طویل تنقید درویش میں شایع کرائی تھی۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کتابوں کو پڑھیں اور اپنے دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ ضرورت ہے کہ اخبار نور کو وسیع پیمانہ پر لاجائے۔ کہ ہر پندرہ روز بعد نہیں بلکہ ہر ہفتہ ہمارے لئے مذہبی معلومات کے شاہانہ خوان لایا کرے۔ اس وقت اس کی مالی حالت مجھے بظاہر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ اول تو اس قدر زار و نحیف ہے۔ کہ اس میں کما حقہ مضمون شایع نہیں ہو سکتے۔ دوسرے ہر وقت اس کی بقا کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ اگر مسلمان ایسے اچھے اخبار کو مالی مدد دیں اور خریدار پیدا کریں۔ اور اور اس کی اشاعت اس قدر کر دیں۔ کہ یہ اخبار ہفتہ وار ہو جاوے اور اس کے صفحہ بڑھا دیئے جاویں۔ تو حقیقی تبلیغ اس سے بخوبی انجام پا سکے گی ورنہ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہوگی کہ ایسا بلند اخبار ان کی بے پروائی کا مرثیہ پڑھتے ہوئے۔ صفحہ ہستی سے ناپید ہو جائے۔ اور حریفوں کو سکون و اطمینان کے لمبے لمبے سانس لینے کا موقعہ ملے۔ مسلمانو! اٹھو! وہ خراب وقت نہ آنے دو۔ تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آپ اسیطرح اس کی مدد کریں۔ کہ اس کی اشاعت بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیگا!!

(باہتمام شیخ عبدالمجید پرنٹر بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں چھپا اور شیخ محمد یوسف پبلشر نے نور بلڈنگ قادیان سے شایع کیا)

آریہ مذہب کی حقیقت

نمبر ۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برخلاف اس کے بانیٔ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کا جو زبردست ایمان توحید پر تھا۔ اور جو بےلاگ اور درخشندہ توحید اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے مخالف بھی سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اور اس مکمل بلکہ اکمل توحید کے سامنے آریہ سماج کی ناقص اور دہریت نما توحید کو نسبت ہی کیا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پھر اس سوانحعمری کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ پھر میں مشہور و معروف مقامات و متبرک تیرتھوں کی یاترا کے لئے اور ان کے درشنوں کے واسطے روانہ ہوا۔ سمت ۱۹۱۱ بکرمی کو پہلی دفعہ ہردوار پر کنبھ کے میلے پر گیا (کنبھ کا سمت ۱۹۱۱ بکرمی میں نہ تھا۔ بلکہ سمت ۱۹۱۲ بکرمی میں اسے جھوٹ کہیں یا بھول تو ر) پھر میں وہاں سے رشی کیش چلا گیا۔ اور صفحہ ۳۵ پر درج ہے کہ میں بدری نرائن چلا گیا"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سمت ۱۹۱۱ بکرمی تک سوامی دیانند تیرتھ یاترا کے قائل تھے۔ تبھی تو تیرتھ یاترا کرتے پھرے۔ غرضیکہ سوامی دیانند کی زندگی رنگارنگ پہلو لئے ہوئے اجتماع ضدین کا مجموعہ ہے۔ اگر ایک وقت میں آنمکرم خود خدا ہیں تو دوسرے وقت میں بندہ۔ اگر ایک وقت میں جناب سوامی جی تیرتھ یاترا کے شیدائی ہیں۔ تو دوسرے وقت میں اسے توہم پرستی سے تعبیر کرتے ہیں۔ غرضیکہ جس قدر عدم استقلال اور موقع بموقع پر پلٹے بدلنے کی مثالیں شری سوامی دیانند جی مہاراج کی زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ اور کسی مذہبی لیڈر کی زندگی میں یہ باتیں نہیں ملتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند صاحب کی زندگی میں مضبوط رائے اور درڑتا یا یقین کی بہت کمی تھی۔ بےشک یہ بات قابل قدر ہے کہ انسان جہاں بھی اپنی غلطی دیکھے اسے فوراً ترک کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ مگر یہ بھی کوئی بات ہے۔ کہ انسان قدم قدم پر اپنی رائے بدلتا رہے۔ اور شروع سے لیکر آخر تک اس کی زندگی اجتماع ضدین کا نادر مجموعہ بن جائے۔

پھر اسی سوانحعمری کے صفحہ ۵۶-۵۷ پر سوامی جی موصوف لکھتے ہیں کہ:۔ "مجھے ایک لاش دریا کے کنارے بہتی ہوئی ملی۔ میں نے اس کو دریا سے نکالا۔ اور تیز چاقو سے کاٹنا شروع کیا"۔ برہمن اور سنیاسی ہو کر لاش کا اس طرح کاٹنا ایک عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے۔ بزرگان اقوام یا مذاہب کا فعل کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا ہر ایک فعل ان کی قوم یا پیروؤں کے لئے ایک نمونہ بنتا ہے۔ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ مردہ لاش کو پکڑ کر سوامی جی کا اس طرح چیرنا پھاڑنا کیا حکمت رکھتا تھا۔ اور اگر آریہ سماج اسے کسی حکمت پر مبنی سمجھتی ہے تو پھر کیا آریہ سماج یہ شغل اختیار کرنے پر تیار ہے۔

پھر اسی سوانحعمری کے صفحہ ۵۸ پر سوامی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:۔ "چنڈال گڑھ میں مجھے ایک بہت برا عیب لگ گیا یعنی بھنگ پینے کی عادت ہو گئی۔ اور بعض اوقات اس کے اثر سے میں بالکل مدہوش ہو جایا کرتا تھا۔ سوامی جی کا بھنگ پینے کو خود برا سمجھنا یہ ہماری کسی مزید تنقید سے بےنیاز کر دیتا ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ اوائل عمر میں سوامی جی کو اچھے ساتھی یا رفیق نہیں ملے کیونکہ بھنگ کی بری عادت بری صحبت کی بین دلیل ہے۔ اوائل عمر میں نیک یا بد صحبت کا جس قدر اثر انسانی سرشت پر پڑ سکتا یا پڑتا ہے۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس سے ہر ایک غور کرنے والی طبیعت بخوبی اندازہ لگا سکتی ہے۔ اور لیا تعجب کہ نیوگ جیسی تعلیم جس کی عملی مثال آج تک آریہ سماج پیش نہ کر سکی (جو اس امر کی بدیہی دلیل ہے کہ خود آریہ سماج کی فطرت ایسے فعل کو برا سمجھتی ہے) انہیں سنسکاروں کا نتیجہ ہو۔

کچھ عرصہ متھرا میں سوامی ورجانند (اندھے) کے پاس رہ کر انہوں نے ویاکرن پڑھا۔ اور ان کے چیلے بنے اور ہمیشہ ان کو پرم ہنس راجکاچارج پرم وِدوان شری ورجانند سوامی لکھتے رہے۔ یہ پرم ہنس صاحب ہمہ اوست کے قائل تھے۔ اور شروع میں سوامی دیانند بھی اس عقیدہ کو مانتے تھے۔ مگر بعد میں اس عقیدہ کے مخالف ہو کر اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی مگر آخری عمر تک باوجود مخالف عقیدہ رکھنے کے وہ اپنے گورو پرم ہنس راجکاچارج پرم وِدوان شری سوامی ورجانند ہی لکھتے رہے۔ گورو کی تعظیم کرنا ایک مستحسن فعل ہے۔ مگر سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ اگر گورو بھی ادھرم کا اپدیش کرے تو نہ صرف اس کا احترام چھوڑ دو۔ بلکہ سخت تنبیہ سے بھی دریغ نہ کرو۔ اب برخلاف اس کے سوامی دیانند کا اپنے گورو کے مخالف عقیدہ رکھنے کے باوجود اپنے گورو کی تعریف کرنا دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہ سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں جو ادھرمی گورو کے لئے تعلیم دی ہے۔ وہ خلاف فطرت ہے اور یا پھر درپردہ سوامی جی اپنے گورو کے ہمخیال تھے۔ اور صرف پالیسی کی بنا پر ان کے برخلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد سوامی جی موصوف ایک کتاب لکھتے ہیں جس کا نام ستیارتھ پرکاش ہے۔ اور ۱۸۷۵ء میں بمقام بنارس چھپواتے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۴۵ پر صبح و شام گوشت وغیرہ سے ہوم کرنا لکھتے ہیں پھر صفحہ ۱۴۸ پر گائے اور گدھی کو برابر سمجھتے ہیں اور صفحہ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ گوشت وغیرہ کا پنڈ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ پھر صفحہ ۱۷۰ پر یگیہ کے واسطے جانوروں کا قتل کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ اور یہ جانوروں کا قتل کرنا وہ بےوجہ نہیں لکھتے بلکہ صفحہ ۳۰۲ پر اس کی ایک زبردست دلیل دیتے اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھی گوشت نہ کھائے۔ تو جانور جس قدر ہیں اس سے ہزار چند ہو جائیں۔ پھر انسانوں کو مارنے لگیں اور اس سے غلہ وغیرہ نہ ہونے پائے اور تمام انسان مر جائیں"۔

(باقی آئندہ)

نور کا آخری پرچہ

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۵ مئی ۱۹۲۴ء میں میں نے ناظرین نور کو یہ نوٹس دیا تھا کہ نور کی اشاعت قلیل بلکہ اقل ہونے کے باعث اس پرچہ کو آخری پرچہ سمجھا جائے۔ مگر اسوقت حضرت خلیفۃ المسیح کی ذرہ نوازی آڑے آئی۔ اور آپ نے فی الفور دفتر دعوۃ و تبلیغ کو حکم دیا کہ ایک سو پرچہ نور اخبار کا ایک سال کے لئے خرید لیا جائے۔ اور یہ ایک سو پرچہ جس کی مجموعی قیمت تین سو روپیہ سالانہ تھی۔ اس قیمت پر یہ یک صد تعداد دفتر دعوت و تبلیغ کو مہنگی نہیں پڑی۔ اگر دفتر مذکور سکھوں جیسے دلاور اور شجاع قوم کے لئے کوئی مستقل مبلغ رکھتا تو اس کی تنخواہ سو روپیہ ماہوار سے کیا کم ہوتی۔ اور اسی طرح کم از کم پچیس روپے ماہوار دینے پڑے۔ اور اس پچیس روپے ماہوار نے جو سکھوں میں کام کیا۔ ایک یا دوسری وجہ سے اس کا اظہار اس جگہ مناسب نہیں سمجھا۔ مئی کو اس کی تفصیل ذمہ وار اشخاص کو میں لکھ کر بھیج چکا ہوں۔ اور اگر کوئی ذمہ وار دوست چاہے۔ تو میں اصل خطوط بھی دکھانے کے لئے تیار ہوں۔ گویا دوسرے الفاظ میں نتیجہ کے لحاظ سے اس پچیس روپے کی اعانت نے سو روپیہ ماہوار کا کام دیا جس کے لئے دفتر دعوۃ و تبلیغ بجا طور پر مبارکباد کا مستحق ہے۔

دفتر دعوۃ و تبلیغ کی میعاد اعانت ۱۵ مئی ۱۹۲۵ء سے ختم ہوتی تھی۔ مگر بجائے اس کے کہ میں ۱۵ مئی ۱۹۲۵ء کو دفتر دعوۃ و تبلیغ کو توجہ دلاتا۔ میں نے اپنے محدود وسائل اور طاقت کے مطابق نور کی توسیع اشاعت کے لئے کما حقہ سعی سے کام لیا۔ علاوہ ازیں ہر اخبار میں دوستوں کو متوجہ کرنے کے ہر ایک بھائی کے نام علیحدہ خطوط ارسال کئے گئے۔ مگر نتیجہ حوصلہ شکن رہا۔ صرف بیس خریداروں کا اضافہ ہوا ممالک غیر کے خریداروں میں سے جناب ڈاکٹر فضل الدین صاحب و جناب ڈاکٹر محمد علی خان صاحب+ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگر ان کی اعانت کو شامل کر لیا جائے تو ہندوستان اور ممالک غیر کی کل اعانت قریباً ایک سو روپیہ تک پہنچ جاتی ہے یہ سو روپیہ کی اعانت ایک اخبار کے قائم رکھنے میں کہاں تک ممد ہو سکتی ہے۔ اس کے ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ حالانکہ چالیس روپے کے قریب تو خط و کتابت وغیرہ میں ہی خرچ ہو گئے۔

ایام جنگ میں جبکہ عام طور پر اخبارات کی ہستی کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اسوقت آریہ معاصر پرکاش نے باوجود تین ہزار کی اشاعت کے ہوتے ہوئے اپنے قیام کے لئے اپنے ناظرین سے اپیل کی۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کئی ایک چھوٹی چھوٹی رقوم کہ جنکی مجموعی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ تا اختتام جنگ ڈاکٹر مسینہ پال صاحب نے دو صد روپیہ ماہوار کی اعانت پیش کی تھی۔ مذہبی اخبارات جنکی اشاعتیں پہلے ہی محدود ہوتی ہیں (اور پھر خصوصاً نور کی محدود ترین اشاعت جس کے اظہار کرنے سے بھی شرم آتی ہے) درد مند دلوں کی خاص توجہ کو چاہتے ہیں۔ ورنہ کسی مذہبی اخبار کا زیادہ دیر تک قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ جب انفرادی طور پر ہر ایک کو خط لکھنے کی تجویز بھی فیل ہوئی تو پھر میں نے نور کی توسیع اشاعت کے لئے اور ایک تجویز نکالی۔ وہ یہ کہ ہر ایک خریدار کو تین روپیہ کی کتابیں مفت دی جائیں گی۔ گویا دوسرے الفاظ میں نور جس کی قیمت بھی تین روپیہ سالانہ ہی ہے ناظرین کو مفت پڑے گا۔ مگر نور کی توسیع اشاعت کے لئے یہ آخری تجویز بھی پہلی تجویز کی نسبت زیادہ برے رنگ میں فیل ہوئی۔ صرف تیس کے قریب خریداروں کا اضافہ ہوا۔ مگر ساتھ ہی اس کے پرانے خریداروں نے بوقت ختم میعاد آیندہ سال کے لئے وی پی وصول کرنے کی نسبت یہ شرط لگا دی کہ ہمیں بھی یہ تین روپیہ کی کتابیں مفت دی جائیں۔ ورنہ ہم آئندہ خریداری سے دستکش ہوتے ہیں۔ بوجہ اقل اشاعت ہونے کے مجھے خریداروں کی خاطر داری نسبتاً زیادہ منظور تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئے تیس خریداروں کی قیمت تو نوے روپے وصول ہوئی۔ مگر اس کی بجائے تین سو کی کتب نئے اور پرانے خریداروں کو دینی پڑیں۔ تین سو روپیہ دینا اور نوے روپیہ وصول کرنا۔ اس سے بڑھ کر گھاٹے کا سودا اور کیا ہو سکتا ہے لہذا تین صد روپیہ لٹانے کے بعد بہت جلد اس تحریک کو بند کرنا پڑا۔ اس رام کہانی سے میرا یہ مطلب ہے کہ نور نے توسیع اشاعت کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کی۔ اور اس سے بڑھ کر اور کوئی کیا سعی کر سکتا ہے۔

نور کا سال اکتوبر سے شروع ہوتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے نور نے اپنے سال سے نو مہینے ختم کئے۔ اور اس وقت نور کا فنڈ تین سو روپے سے زاید کا مقروض ہے۔ کیونکہ خریداروں کے قریباً ¾ حصہ کی قیمت وصول ہو چکی ہے۔ اگر اسی رفتار سے اخبار کو جاری رہنے دیا جاتا۔ تو سال کے اختتام پر اس کے قرضہ کا بوجھ نو سو سے بھی تجاوز کر جاتا۔ اب کس برتے پر تتا پانی۔

فائدہ مند تو الگ جس صورت میں اخبار اپنا خرچ آپ بھی پورا کر سکے تو ایک بوڑھا سپاہی کب تک میدان کارزار میں اپنی بہادری کے جوہر دکھلا سکتا ہے۔

نور کو جاری ہوئے سولہ سال سے کچھ زیادہ ہو گئے ہیں اس قلیل عرصہ میں نور نے سکھوں جیسی شجاع اور دلاور قوم میں جو کام کیا وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ آج سے سولہ سال قبل سکھ صاحبان

× اور برادر جعفر صادق صاحب

اس بات کے سننے کے لئے ایک منٹ کے واسطے بھی روادار نہ تھے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لگاؤ اسلام سے ہے۔ اور اب یہ وقت ہے کہ کئی ایک فہمیدہ اور عالم سکھ جس کا ایڈیٹر نور کے پاس کافی ثبوت ہے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو دل سے مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور آجکل تو سکھوں کا یہ عام تکیہ کلام ہے کہ گورو جی مہاراج تو سب کے سانجھے تھے۔ اور اس کے علاوہ سکھوں نے ایک اور زبردست قدم چند سال سے اسلام کی طرف اٹھایا ہے۔ جس کا اظہار میں یہاں مناسب نہیں سمجھتا گویا اس قدم نے سکھوں کو اسلام کے بہت قریب کر دیا ہے۔ اور اگر ہماری طرف سے نہایت جوش و خروش کے ساتھ سکھوں میں تبلیغی جد و جہد کا سلسلہ جاری رہے تو اس زمانہ کو بفضل خدا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جب سکھوں جیسی دلاور اور شجاع قوم فوج در فوج حلقۂ اسلام میں داخل ہوگی۔

آج سے سولہ سال قبل عام مسلمانوں کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ کہ سکھوں ایسی دلاور و شجاع قوم کے گورو اعظم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے۔ اور مذہبی نقطۂ خیال سے یہ دلاور قوم اسلام کے نزدیک تر ہے۔ اور دوسری طرف ایڈیٹر نور کے ان مضامین سے غیر احمدی احباب اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ قریباً مسلمانوں کے سب باوقار اور ذی مقدرت اخبارات نے نور کے مضامین اپنے اخبارات میں لکھے۔ گو اس میں ان مضامین کے ماخذ یعنی نور کے مضامین کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ مگر مجھے اس کی چنداں پروا نہیں ہے۔ میرا مطلب صرف تبلیغ ہے۔ وہ جس ڈھب سے بھی ہو قابل قدر ہے۔ مطلب یہ کہ جب ایڈیٹر نور نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس وقت بہت کم لوگوں کو یہ علم تھا کہ سکھ مذہب کا ماخذ اسلام ہے۔ اور یا اب یہ وقت ہے کہ مسلمانوں کا منتہی حصہ نہ صرف اس سے واقف ہو چکا۔ بلکہ اپنے اخبارات کے ذریعہ اس کی تبلیغ بھی کر رہا ہے۔ اور یہ سب اس حالت میں ہوا جبکہ نور کی اشاعت چند سینکڑوں سے منجاوز نہ تھی۔ اگر دوست اپنا فرض سمجھکر نور کی اشاعت کو خاطر خواہ تعداد میں پہنچا دیتے تو آج تبلیغی نقطۂ خیال سے اس کا نتیجہ عظیم الشان ہوتا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا محض حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل ورنہ من آنم کہ من دانم۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب سے بڑھ کر ایک اخبار نویس کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کے بگڑے ہوئے مذاق کی اصلاح کرے۔ ہنسی مذاق کی بجائے متانت اور سنجیدگی کو جگہ دے۔ کیونکہ گو ہنسی مذاق اور ٹھٹول پن وقتی واہ واہ حاصل کر لیتا ہے۔ مگر دائمی اثر متانت اور سنجیدگی کا ہی ہو سکتا ہے۔

جب میں نے شروع شروع میں اخبار جاری کیا تو میں بھی کسی حد تک اس رو میں بہ گیا۔ اس زمانہ یعنی جون ۱۹۱۰ء میں میں نے ایک کتاب بطرز ناول "سومنگلا" نامی آریوں کے عقیدہ تناسخ پر لکھی۔ یہ کتاب گویا ہنسی اور مذاق کی حد تھی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کا ایک ہزار کا ایڈیشن صرف چھ ماہ کے اندر اندر نکل گیا۔ ملکانہ ارتداد کے زمانہ میں اس کتاب کی مانگ اس قدر ہوئی کہ اگر میں اس کا دس ہزار کا ایڈیشن بھی چھپواتا تو یہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتا۔ چنانچہ اس کی زیادہ مانگ پر میں نے اس کے ایک پرانے نسخہ کو طبع ثانی کے لئے صحت کے واسطے ہاتھ میں لیا۔ ابھی میں نے ایک گھنٹہ بھی اس کتاب کو نہ پڑھا ہوگا کہ میں نے اسے پھینک دیا۔ اسلام اور مسلم کا کام تو دنیا میں متانت اور سنجیدگی پیدا کرنا ہے۔ نہ کہ ہنسی اور تمسخر مجھے اس موقع پر کوئی متین کتاب لکھنی چاہیئے۔ خواہ اس کی اشاعت دس ہزار کی جائے۔ ایک سو ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس "متین" کتاب کو اگر دس ہزار کی بجائے ایک سو اشخاص بھی پڑھیں گے۔ تو اس پر گہرا اور پائیدار اثر تو ہوگا۔ چنانچہ اس موقعہ پر بجائے سومنگلا کے طبع ثانی کے میں نے ایک نئی کتاب بنام "آریہ مذہب کی حقیقت" گو زیادہ مقبول نہ ہوئی اور میری کوئی بہادری نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک یہی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک ہمیں یہ ہدایت فرماتا ہے

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن۔ یعنی لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کی راہ پر بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ بحث بھی کرو۔ تو ایسے طور پر کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس راہ پر چل کر مالی رنگ میں نہیں۔ مگر اخلاقی رنگ میں بہت ہی فائدہ اٹھایا اگر میں متانت اور سنجیدگی کو اختیار نہ کرتا تو سکھوں جیسی بہادر اور دلاور قوم میری بات کب سن سکتی تھی۔ اور اس شجاع قوم میں میں تین ماہ سے زیادہ پروپیگنڈا جاری نہ رکھ سکتا۔ چنانچہ قرآن پاک کی اس مذکورۃ الصدر آیت کریمہ پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ صرف یہی نہیں کہ سکھ یا آریہ میری بات ٹھنڈے دل سے سنتے۔ بلکہ تبلیغی نقطۂ خیال سے آج سے سولہ سال قبل کی نسبت سکھ قوم اسلام کی بہت قریب ہے۔ یہ متانت اور سنجیدگی کا ہی اثر ابھی کل کی بات ہے کہ لائل پور میں ایڈیٹر نور کے ساتھ سکھوں کے ایک معزز پنڈت نے مباحثہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں بآواز بلند اس امر کا اظہار کیا کہ میں نے ایڈیٹر نور کے تصانیف اور اخبار نور کو بسا اوقات پڑھا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ ہمارے گوروؤں کو عزت اور احترام کے ساتھ یاد کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدی جماعت بہت مہذب ہے۔ جس کے لئے ہمیں اس جماعت کا مشکور ہونا چاہیئے۔

تقاریر اور مباحثات کا اثر عارضی ہوتا ہے ہاں کسی قوم پر اگر دوسری قوم کا اثر پڑ سکتا ہے۔ تو یہ اسکی تہذیب اور اخلاق کا اثر ہے۔

سکھوں جیسی شجاع قوم کے فہمیدہ اور لیڈنگ طبقہ میں اس اثر کو محسوس کرنے کے لئے احمدی احباب نور کی جس قدر بھی قدر کرتے کم تھی۔ سینکڑوں کیا اگر ہزاروں اور لاکھوں کی قربانی سے بھی وہ نور کی بچا سکتے تو انہیں بچانا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ دوستوں نے ایسے ضروری پرچہ کی طرف کم توجہ کی اور اس بےقدری کا نتیجہ اب آنکھوں کے سامنے ہے

---

* میں نے مصلحت کے سبب سے ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مگر اسی اخبار میں دوسری جگہ جو سردار جیون سنگھ صاحب کا مضمون بعنوان "نور اور احمدی حضرات" شایع ہوا اس کی شق نمبر ۲ میں انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالدی ہے۔

رسیدات

بابو محمد اسمعیل صاحب گوجرانوالہ کا چندہ تین روپیہ بذریعہ رسید ۲۶-۵-۱۲ دفتر ریویو میں اور جناب عبد الرحمن صاحب نیروبی کا چندہ الفضل آٹھ روپیہ بذریعہ رسید ۲۶-۵-۱۲ اور جناب میر عالم صاحب کا چندہ ۵ روپیہ بذریعہ رسید ۲۶-۵-۱۲ دفتر الفضل میں جمع کرا دیا گیا

جس خون جگر سے میں نے نور کی آبیاری کی اس کا بہترین اندازہ کچھ میرا دل ہی لگا سکتا ہے سکھ مذہب کے متعلق نقد میٹریل مہیا کرنے کے لئے نہ میں نے دن دیکھا اور نہ رات۔ دلی شوق سے مدت تک رات کے دو دو بجے تک یہ مفید معلومات مہیا کرنے گئے دیدہ ریزی کی مجھے تو کوئی دعوی نہیں۔ مگر دوست و دشمن یہ مانتے ہیں۔ کہ ایڈیٹر نور نے سکھوں میں بے نظیر کام کیا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فرماتے ہیں:۔

"دشمن سے دشمن بھی نور کی تعریف کرتے ہیں پھر کس قدر افسوس ہوگا اگر ہم قدر نہ کریں"

(۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۶ء)

نور کے مضامین تبلیغ کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔ نور نے سکھوں میں بہت کام کیا۔ نور کے ذریعہ سکھوں میں تبلیغ کے لئے دروازہ کھل گیا۔ اس اخبار کے مطالعہ سے کئی سکھوں کے خطوط آئے۔ جو اسلام کے بہت قریب ہیں۔ نور کے مضامین پڑھ کر ایک سکھ ایسا متاثر ہوا۔ کہ اس نے مجھے نذر بھیجی۔ مگر نور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے۔ اس طرف خاص توجہ ہونی چاہیئے"

(۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۶ء)

روزانہ اکالی امرتسر جو سکھوں کا مشہور آرگن ہے۔ اپنے ۱۳ جنوری ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ کئی درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کے دونوں توحید پرست اقوام میں رشتہ اتحاد زیادہ مضبوط ہو اور آئے دن اذان اور جھٹکہ کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں"

جہاں تک کام کا سوال ہے۔ میری روح خوش ہے۔ مگر جب عدم توجہی کی طرف دیکھتا ہوں مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ دو چار نہیں بیسیوں میرے مباحثات سکھوں اور آریوں سے ہوئے۔ اور اللہ کریم نے ہر میدان میں مجھے کامیابی عطا فرمائی۔ میری حالت ٹھیک اس قسمت کے دھنی جرنیل کی طرح ہے۔ جس نے ہر میدان میں فتح پائی۔ اور راشن کے نہ ہونے سے آخر تھک کر بیٹھ گیا۔ مگر اس کی طرف بہت کم توجہ کی گئی اس وقت نور کی اشاعت ۳۰۰ ہے۔ اس خریداری پر کوئی پرچہ زیادہ دیر کے لئے قائم نہیں رہ سکتا۔ اخبار کے جاری رکھنے کے لئے کم از کم ۶۰۰ خریداروں کی ضرورت ہے۔ اگر نور کے موجودہ خریدار کم از کم ایک ایک خریدار مہیا کر دیتے۔ تو نور کے مالی مشکلات کا سوال ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی حل ہو سکتا تھا۔ یا ہر ایک دوست اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے سکھوں اور آریوں کے نام اخبار جاری کرا دیتا۔ جو جہاں ایک طرف غیر مذاہب میں تبلیغ کا ایک نیا باب کھل سکتا تھا۔ وہاں دوسری طرف نور بھی مالی مشکلات سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ مگر دوستوں نے اس طرف توجہ فرمانا ضروری نہ سمجھا۔ جس سے مجبور ہو کر آج نور کو تا وقتیکہ اس کی بہتری کی کوئی صورت پیدا نہ ہو مجبوراً آپ سے رخصت ہونا پڑتا ہے۔ اچھا خدا حافظ ؎

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔۔۔۔

اس موقعہ پر دعوۃ و تبلیغ کا کیا فرض ہے۔ اس کے متعلق میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اگر ان کے نزدیک سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام ضروری ہے تو اس آڑے وقت میں محض زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ عملی رنگ میں انہیں مدد کرنی چاہیئے۔ اس وقت دس یا بیس خریداروں کا اضافہ نور کو بچا نہیں سکتا۔ بلکہ کم از کم دو صد خریداروں کی ضرورت ہے۔ ایڈیٹر نور نے سترہ سال تک جو کچھ بطور دعوۃ و تبلیغ کا کام کیا۔ وہ کوئی احسان نہیں۔ بلکہ میرا فرض تھا۔ مگر اس وقت جبکہ نور آخری دموں پر ہے۔ دفتر دعوۃ و تبلیغ کا بھی کچھ فرض ہے ؎

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست ؛ در پریشاں حالی و درماندگی

اور اگر دفتر موصوف کے نزدیک سکھوں اور آر[یوں]
میں تبلیغ اسلام کی ضرورت نہیں۔ یا نور اس فرض
ادا نہیں کر رہا۔ تو پھر ایسے پرچہ کا بند ہونا ہی بہتر ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور قریباً پانچ سال سے سخت خسارہ پر چل ر[ہا ہے]
غالباً آج سے چار سال قبل نور بند ہو گیا ہوتا۔ مگر
اچانک ارتداد کی طغیانی نے مجبور کر دیا کہ
(آخر کب تک) کو خسارہ سے بھی جاری رکھا جائے۔ اسلام پر اس [مشکل]
وقت میں اللہ نے جو اس خاکسار کو تصانیف اور [...]
کے ذریعہ خدمت کی توفیق دی۔ اس کے [...]
زمیندار۔ اور مسلم آوٹ لک۔ سیاست۔ اور اتحاد
وغیرہ اخبارات نے لکھا۔ کہ آج تک ارتداد ہی کے طغیا[ن]
کو روکنے کے لئے جس قدر تصانیف شایع ہوئی ہیں
نور کی تصانیف اس میں خاص امتیازی حیثیت رکھ[تی]
ہیں۔ جب سے اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی
توفیق دی۔ تبلیغ اسلام میری روح کی غذا رہی
ہے۔ اب جبکہ میں نور کو بند کرنے پر مجبور ہوا ہوں
ممکن ہے۔ کہ مستقبل میں اس میں کچھ کمی واقع ہو
مگر اس کے لئے میں بہت کم ذمہ دار ہوں۔ میری
حالت پر عربی کے یہ اشعار خوب چسپاں ہوتے
ہیں۔ شاعر کہتا ہے ؎

لا استطیع سلوا عن مودتہا
او یصنع الحب بی فوق الذی صنعا
ادعوا الی ہجرہا قلبی فیسعدنی
حتی اذا قلت ہذا صادق نزعا

یعنی مجھ میں اس کی دوستی سے بے پرواہ ہونے کی طاقت نہیں۔ اگرچہ عشق اس سے بھی زیادہ میرے ساتھ بری درگت کیوں نہ کرے جو وہ کر چکا۔ میں اپنے دل کو اس کی جدائی کی طرف بلاتا ہوں۔ پس وہ میری مدد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ یہ سچ ہے۔ تو وہ گھبرا اٹھتا ہے بیشک یہ مذکورۃ الصدر اشعار کسی مہجور عاشق کی بے انتہا بے بسی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شاعر نے میرے لئے ہی

× پھر اس پر طرہ یہ کہ اگر سو وی پی کرو اول تو ستر ورنہ ساٹھ واپس۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ ترجمع کئے تھے۔ تو یہ عین درست ہو گا۔ یعنی تیسرے مصرعہ میں "ادعوا" کی جگہ "بدعا" رکھا جائے۔ اور معشوق کی بجا تبلیغ اسلام کو جگہ دیجائے۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایڈیٹر نور کے لئے نہیں کہے گئے۔

کچھ لینا اور کچھ دینا۔ قریباً چار ہزار روپیہ لوگوں کی طرف بقایا ہو گا۔ مگر وصولی کی بظاہر کوئی صورت نہیں لینا اور دینا کسے یاد نہیں ہوتا۔ اگر دوست بھیجدیں تو مہربانی ورنہ سوائے خیر کہنے کے چارہ ہی کیا۔ بر خلاف اس کے میں نے بھی کچھ دینا ہو گا۔ میری مالی حالت آج کل اس قدر کمزور ہے۔ کہ صرف اللہ کے رحم پر ہی بھروسہ ہے۔ میں اللہ کے کرم کا امیدوار ہوں۔ انشاء اللہ زیادہ دیر کے لئے یہ حالت نہیں رہے گی بے شک بظاہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں مگر افق مشرق پر امید کی سفید دھاریاں نظر آرہی ہیں اگر دوست نقد لینا چاہیں۔ تو براہ کرم مجھے حالات کے بہتر ہونے تک مہلت دیں۔ اور اگر اس کے عوض میں نور بک ڈپو سے کتب لینا چاہیں۔ تو حسب ذیل کتب میں سے حسب منشا لے سکتے ہیں۔ ہندو دھرم کی حقیقت عجہ آریہ مذہب کی حقیقت عہ ایک آریہ کے چھ سوالوں کا جواب ۸ ر ہندو دھرم و سوراج ۱ر قضیہ گائے پر تنقیدی نظر ۲ر وید و قرآن ۱ر ستیارتھ اوپدیش عہ سکھہ واد ان ار اذان کا گورمکھی ترجمہ ار گورو کی بانی گورمکھی۔ مسلمانوں کے احسان سکھوں پر ۵ر سکھہ اور مسلمان ۲ر

ابھی بہت کچھ باقی۔ سکھوں میں دو قسم کے گرنتھ زیادہ معتبر مانے جاتے ہیں۔ اول شری گرنتھ صاحب وار اں بھائی گورداس جی دسم گرنتھ وغیرہ۔ دوم تاریخ گورو خالصہ جسمیں سورج پرکاش وغیرہ کئی گرنتھ شامل ہیں۔ اول الذکر کے متعلق تو کسی حد تک روشنی پڑ چکی ہے۔ البتہ موخر الذکر یعنی تواریخ سکھہ مذہب کے متعلق کام کے لئے میدان ابھی بہت وسیع ہے۔ اور تاریخی پہلو سے ہندوؤں نے سکھوں کو جو مسلمانوں کے خلاف بدظن کیا ہے وہ شری گورو گوبند سنگھہ اور آپ کے صاحبزادگان وغیرہ کے غلط طور پر مشہور واقعات کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں جس نے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان تنفر اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ اور سکھہ تاریخ میں مسلمانوں پر ان غلط الزامات کے زہر کا بہترین تریاق موجود ہے۔ جس کے لئے محنت اور تدبر کی ضرورت ہے۔ اگر دوست حوصلہ افزائی کرتے تو اس شق میں بھی بفضل خدا خاکسار ایڈیٹر نور کام کر کے دکھلا دیتا۔ مگر میرا ایسا کہنا جنگل میں آواز میں دینا ہے۔ اگر دوست نور کے کام کی قدر کرتے۔ اور سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے شعبہ کو اپنے پروگرام میں کوئی جگہ دیتے تو آج نور کا یہ حشر نہ ہوتا۔

تنقید

حدوث روح و مادہ

روح و مادہ کے حدوث اور قدامت

کا سوال مسلمانوں اور آریوں میں شروع سے ہی ایک معرکتہ الآرا مسئلہ رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آریہ سماج کے ساتھہ $\frac{95}{100}$ مباحثات صرف اسی منطقیانہ یا فلسفیانہ مسئلہ پر ہی ہوتے ہیں۔ تو یہ عین درست ہو گا۔ روح و مادہ کی قدامت کے مسئلہ نے آریہ سماج کو نیم دہریہ بنا دیا ہے۔ اللہ جزائے خیر دے جناب علامہ سید محمد اسحاق صاحب سینیر پروفیسر احمدیہ کالج قادیان کو جنہوں نے آریہ سماج کے اس مایہ ناز عقیدہ پر ایک ضخیم کتاب لکھکر بلاشبہ ہمیشہ کے لئے آریہ سماج کی قلمیں توڑ دی ہیں نیز ہر اس باریک مسئلہ پر جناب سید صاحب موصوف نے ایسی برقی روشنی ڈالی ہے۔ کہ اس کی حقیقت علم الشمس کر دی ہے۔ طرز ادا ایسا دلربا کہ باوجود فلسفیانہ مسئلہ ہونے کے ایسے عام فہم طرز پر ادا کیا ہے۔ نہ صرف یہی کہ ایک معمولی طالب علم بھی اسے بخوبی پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ جب تک ختم نہ کر لے اسے چین نہیں آتا۔ اس موضوع پر آج تک جس قدر تصانیف حوالہ قلم ہوئی ہیں یہ زیر تنقید تصنیف بلاشبہ ان کتب سے ایک خاص امتیاز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کے مذہبی فیلڈ میں مسلمانوں کے ساتھہ آریہ سماج کا سب سے زیادہ مقابلہ رہتا ہے۔ اس لحاظ سے ہر مسلم کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ مناظرین و مبلغین کو تو ہر وقت یہ کتاب اپنے بستہ میں موجود رکھنی چاہیئے۔ اگر صاحب توفیق اس قابل قدر تصنیف کو کثرت کے ساتھہ خرید کر آریہ سماج میں تقسیم کر سکیں۔ تو بلاشبہ وہ گمراہ مخلوق کی صحیح رہنمائی کا زریں فرض ادا کریں گے۔ معہ ٹائٹیل ۲۸۶ صفحہ کی کتاب سائز ۲۰ × ۲۶ قیمت ۱۲؍ جو نہایت واجبی ہے لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ پتہ:۔

محمد یامین اینڈ سنز مہتمم احمدیہ کتب خانہ قادیان گورداسپور

ہیر وارث شاہ

یہ پنجابی زبان کی ایک بہترین کتاب ہے۔ وارث شاہ

بلاشبہ پنجابی کا شکسپیر ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وارث شاہ کی اس تصنیف نے پنجاب میں جو قبولیت حاصل کی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ منیجر گورو خالصہ پریس ہال بازار امرتسر نے خاص اہتمام سے اس پنجابی کی مشہور تصنیف کو گورمکھی میں چھپوایا ہے چھپوائی کاغذ نہایت اعلیٰ۔ صحت کا خاص اہتمام کئی ایک رنگین بلاکوں نے کتاب کی خوبصورتی اور منزلت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ عربی و فارسی کے الفاظ کے فٹ نوٹ میں معانی بھی دیئے گئے ہیں معہ ٹائٹیل ۴۳۰ صفحہ کی کتاب سائز $\frac{20 \times 29}{16}$ کی قیمت صرف دو روپے۔ پنجابی زبان کے حامیوں کو اس کتاب کی بہت قدر کرنی چاہیئے۔ آج تک ہیر وارث شاہ کے جس قدر اڈیشن نکل چکے ہیں۔ یہ اڈیشن ان تمام سے فائق ہے پتہ منیجر گورو خالصہ پریس ہال بازار امرتسر

کونین کا نعم البدل

منیجر امرت اوشدھالیہ لالہ دیچارام صاحب وید نے پٹیالہ سے پچھلے سال ہمارے پاس اپنی ایک دوا بنام

"مالتی" بھیجی تھی۔ یہ کونین کی جگہ خاص دیسی دوا ہے اس کی خوراک ہر رتی بچوں کے لئے۔ یہ دوا گرم چڑھے ہوئے بخار کو اتارتی اور اترے ہوئے کو دوبارہ چڑھنے سے روکتی ہیں۔

بے مزہ ہے گرم خشک نہیں۔ چھوٹے بچوں اور حاملہ عورت تک کو بلا جھجک دیجا سکتی ہے۔ ذائقہ خوشگوار ہم نے قادیان کے مشہور حکیم مولوی محمد قطب الدین صاحب کو بطور تجربہ پچھلے سال یہ دوا دی وہ اس دوا کو مفید بتلاتے ہیں

ملنے کا پتہ: لالہ دیچارام وید امرت اوشدھالیہ پٹیالہ۔

سکھ اور مسلمان

نمبر ۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر واراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر درج ہے

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے بنوالی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری

یعنی حضرت باوا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے نیلے کپڑے پہن کر بغل میں قرآن مجید لٹکا کر وضو کے لئے کوزہ پاس رکھ کر اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہوئے۔

مطلب یہ کہ ان سب باتوں کو کرتے ہوئے باوا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پورا کیا۔

حضرات! اس جگہ پر میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ واراں بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک معتبر کتاب ہے۔ اور اس کی سکھوں میں اس قدر عظمت و قدر ہے۔ کہ سکھ اسے شری گرنتھ صاحب کی چابی کہتے ہیں۔ اب ایسی ثقہ کتاب اس بات پر مہر کر رہی ہے۔ کہ مصلی عصا اور کوزہ وغیرہ پاس رکھ کر باوا صاحب نے حدیث نبوی کو پورا کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی حدیث کو بجز مسلمان کے کوئی پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تاریخ گورو خالصہ کی باوا صاحب کے اسلام پر شہادت

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تاریخ گورو خالصہ مولفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی سکھوں کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵ پر گورو صاحب کا یہ شلوک درج کیا گیا ہے۔

جمع کرنا دی پنج نماز گذار، باجھوں نام خدا [illegible] بہت خوار

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ باوا صاحب کے متعلق یہ دکھایا جائے۔ کہ آپ اسلامی احکام مانتے تھے۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے جس حقیقت کو پیش کیا ہے۔ وہ زور کے ساتھ بول رہی ہے۔ کہ وہ اسلامی حقیقت ہے۔ فرماتے ہیں کہ عاقبت کے لئے خدا کے نام کا توشہ جمع کرو۔ مگر وہ توشہ بغیر پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی کے ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے جمع کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پابندی وقت کے ساتھ ادا کرنی۔ کیا ایسا شخص جو توشہ اخروی کا جمع ہونا نماز پنجگانہ کے ذریعہ بتاتا ہو۔ خود اس توشہ کو نہیں جمع کرتا ہوگا؟ یقیناً وہ اس کے جمع کرنے کے لئے تن من دھن سے کوشش کرتا ہوگا۔ پس ایسے شخص کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمان نہیں وہ ہندو تھا۔ باوا صاحب کا تمام کلام چھان مارو کہیں آپ کو نہیں ملے گا کہ آپ نے سندھیا گایتری کا پاٹھ کیا ہو۔ یا اس کے متعلق ہندوؤں ہی کو کہا ہو کہ تم ایسا کرو۔ بلکہ وہ تو جا بجا اس کا ابطال کر رہے ہیں۔ اور نہ صرف اس سے بلکہ تمام دیگر عقائد فاسدہ سے بھی ہندوؤں کو روکتے ہیں۔

دوستو! سوچو کہ عازم حج کون ہوتے ہیں نیلے کپڑے کن کے ہاں پہنے جاتے ہیں۔ اور عصا۔ کوزہ مصلے، اور قرآن کریم کا اجتماع کون لوگ کرتے ہیں اور کس غرض سے کرتے ہیں۔ پھر اس شان خصوصی کے ساتھ جو شخص اس مسجد میں جا بیٹھے جہاں حاجی لوگ حج کیلئے اکٹھے ہیں۔ کیا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہندو ہے؟۔ ذرا سوچو اور غور کرو۔ اگر وہ ہندو تھا۔ تو قشقہ لگائے۔ مرگ چھالا لئے۔ گدڑی ڈوری سنبھالے۔ انگ بھبوت ملے۔ مالا اور کنٹھہ پہنے کسی بن میں جا بیٹھتا۔ یا کسی تیرتھ پر جا بسیرا لگاتا۔ حاجیوں کی مسجد میں اسلامی شان خصوصی کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی وجہ؟

باوا صاحب نے اذان دی

پھر بھی نہیں گئے
سی واراں

بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۴ پر مندرج ہے

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مردانا
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

سورت نہیں۔ ہردوار نہیں۔ بنارس نہیں جگناتھ نہیں۔ سومناتھ نہیں۔ بندرابن نہیں۔ بلکہ باوا صاحب بغداد گئے۔ ہاں اس بغداد میں جو ایک عرصہ تک اسلامی حکومت کا گہوارہ رہا۔ اور جس میں کوئی مندر نہیں۔ کوئی شوالا نہیں۔ بلکہ مزار ہیں۔ روضے ہیں خانقاہیں ہیں۔ جہاں ٹل نہیں بجتے۔ ناقوس واویلا نہیں مچاتے۔ بلکہ بانگ اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ باوا صاحب وہاں گئے۔ وہاں ڈیرہ لگایا۔ بھائی مردانہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک دلکش اور سریلی آواز میں باوا صاحب نے بانگ دی۔ اور ایسی رسیلی اور پیاری آواز سے قرأت پڑھی۔ کہ سب انگشت بدنداں رہ گئے۔

میرے سکھ بھائی اور ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کہ کیا باوا صاحب مسلمان نہیں تھے اس پر بھی اگر انکار ہے تو سمجھا جائیگا خدا والا ہی قصہ ہے

تاریخ گورو خالصہ سے شہادت

تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۲۶۲ پر مذکور ہے۔

"باباجی جدے جا اترے۔ ایتھے مائی حوا دی قبر توں پورب دے رخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے۔ اسے لوک نانک قلندر یا ولی ہند دا دائرہ آکھدے ہن۔ عرب وچ باوا جی عصا استاوہ (کوزہ) مصلی (جائے نماز) کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگ دلق دی ٹوپی (پشمینے کی ٹوپی جو اکثر صوفیاء لوگ پہنتے ہیں) رکھدے سن تے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاوندے سن۔"

صاحبان! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں

اور جو کچھ میں نے اسوقت بیان کیا۔ یہ سب کچھ آپ سن رہے ہیں۔ احمدی بھی اس مجمع میں ہیں۔ اور غیر احمدی بھی۔ ہندو بھی اس موقعہ پر موجود ہیں۔ اور سکھ دوست بھی۔ کیا کوئی اس دس بارہ ہزار کے مجمع میں سے بتا سکتا ہے۔ کہ اس ہیئت و شان کے ساتھ ہندو بھی رہا کرتے ہیں۔ یقیناً آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہو گا۔ جو سینے پر ہاتھ رکھکر یہ کہہ سکے کہ ہاں ہندو لوگ بھی یہ لباس پہنا کرتے ہیں۔ اور اس طرح قرآن کریم اور عصا کوزہ اور مصلے پاس رکھا کرتے ہیں۔ اور اذانیں دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ اور نہ صرف خود کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں کا ہی وطیرہ ہے اور انکھی کی یہ شان ہے۔ کہ وہ تذلل اور انکسار اختیار کرنے کے لئے جہاں اپنی سیرت میں عاجزی اور فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ وہاں ہی اپنی صورت کو بھی خاکسارانہ بناتے ہیں۔

تاریخ گورو خالصہ سے دوسری شہادت

اور سینئے۔ بھائی گیان سنگھ جی گیانی اپنی تاریخ گورو خالصہ کے صفحہ ۲۶۴ پر تحریر کرتے ہیں:۔

"بابے جی نے اپنے ساتھیاں نوں آکھیا تسیں سچے حاجی نہیں۔ اس راستہ وچ مہر و محبت ور خیرات کر دے جائیے۔ تاں فیض پا ئیدا ہے جے حجت بازی اور مسخری کر دے جائیے۔ تاں حاجی نہیں ہوندا"

اللہ اللہ! اس قدر عظمت حج کی باوا صاحب کے دل میں تھی۔ کہ اپنے ہمسفروں کو بھی مہر اور محبت خیرات کی تلقین کرتے ہیں۔ اور حجت بازی اور مسخری سے روکتے ہیں۔ کیا اس عظمت کا باوا صاحب کے دل میں ہونا۔ اس بات کا بین ثبوت نہیں۔ کہ باوا صاحب کے رویں رویں میں اسلام اثر کر چکا تھا۔ اور وہ پکے اور سچے مسلمان تھے۔ میرے دوستو سوچو اور پھر سوچو ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ ہندو تھے۔ اگر ہندوؤں کے یہی طریق ہیں۔ "چشم ما روشن دل ماشاد"۔ انہیں چاہیئے کہ ان پر عمل پیرا ہو جائیں اور ان سے سر مو غفلت نہ کریں۔ لیکن دوستو کوئی نہیں ہو گا۔ جو یہ کہے کہ یہ ہندوؤں کے طریق ہیں یہ تو خالص مسلمانوں کے طریق ہیں۔ اور خود سکھ صاحبان اور ان کی مستند کتاب اس بات کی شہادت بہم پہنچا رہی ہیں۔ کہ یہ طریق مسلمانوں کے ہیں۔ اور باوا صاحب نے چونکہ ان کو اختیار کیا۔ اس لئے وہ بھی مسلمان تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیاسی نقطہ خیال سے مضمون پر بحث

حضرات اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سکھ گوروؤں اور مسلمان امرا اور بادشاہوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ اور ان میں کبھی کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوئی۔ جس سے تنکر رنجی پیدا ہو۔ برخلاف اس کے ہندو ہمیشہ گوروؤں کے متعلق ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو اکساتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ سکھوں کی مدد کی۔ اور گوروؤں کی عزت اور احترام کرتے رہے۔

ہندوؤں کی کوششیں

مگر جس طرح اس وقت ہندو صاحبان مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اسی طرح اس وقت بھی کر رہے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالوی لالہ لاجپت رائے اور سوامی شردھانند جیسے ہندو لیڈر یہ کہکر سکھوں کو مسلمانوں کے برخلاف اکساتے رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے گوروؤں کے فرزندوں کو قتل کروایا۔ اور اس واقعہ کو وہ اس قدر مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ ناواقف سکھ بھڑک اٹھتے ہیں ہمیں ہندوؤں پر جو افسوس ہے سو ہے ہی کہ وہ واقعات کو توڑ مروڑ کر مسخ صورت میں پیش کرتے ہیں۔ مگر سکھوں پر بھی افسوس ہے۔ کہ وہ اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں۔ پھر یہ ہمارا بھی قصور ہے۔ کہ ہم نہ تو ہندوؤں کے الزاموں کا جواب دیتے ہیں۔ اور نہ سکھوں کو ان کی تاریخ سے واقف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہندوؤں کے اس پروپگنڈے کا ازالہ کریں۔ اور ادھر سکھوں کو بھی بتائیں۔ کہ آپ کی تاریخوں میں تو یوں لکھا ہے۔ اگر ہم ان کو ان کی تاریخ کے اصل واقعات دکھائیں اور بتائیں۔ تو وہ اور بھی ہمارے قریب ہو جائیں۔

الغرض میں تقریر ختم کرنے سے پیشتر چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر چند واقعات آپ کے سامنے ایسے بیان کروں۔ جو اس بات کو ظاہر کریں۔ کہ مسلمانوں کے تعلق سکھ گوروؤں سے خوشگوار تھے۔ اور انہوں نے ان کے فرزندوں کو قتل نہیں کروایا۔ بلکہ یہ ہندوؤں کی ہی کارروائی تھی جنہوں نے ایسا کرایا۔ اور ایسا کرانے کی ہر وقت کوشش کرتے رہے۔

تیسرے گورو پر ایک ہندو کا دعویٰ

یہ ظاہر ہے کہ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری اور امیری ایک جگہ جمع ہوئیں۔ ورنہ پہلے گورو بالکل فقیر منش انسان تھے۔ اگرچہ تیسرے گورو جی بھی دنیا سے کوئی محبت نہیں رکھتے تھے لیکن عقیدتمند لوگوں کی زیادتی کے باعث ان کے املاک و مال میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس لئے فقیری کے ساتھ امیری بھی جمع ہونے لگی۔

یہ گورو صاحب کرتارپور چھوڑ کر گوبندوال آئے تو گوبند نامی ایک ہندو نے ان پر دعوےٰ کیا۔ مگر لاہور کے حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ کیا

اکبر کی طرف سے معافی

ایسا ہی سمت ۱۶۲۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گورو امرداس جی کو ملا۔ موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین گورو صاحب کو عطا فرمائی۔ اور سند معافی لکھدی۔ یہ قطعہ کم از کم ۲۸ ہزار بیگہ کا تھا۔ اور نقد بھی نذرانہ دیا۔

شذرات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریوں کی شدھی سناتنی نظر میں

سناتنی اخبار سدرشن لکھتا ہے کہ:- دھرم کرم کو سب نے اب بالائے طاق رکھ چھوڑا ہندو سنگھٹن کے نام پر مرنے والے اس بات پر زور دیتے جا رہے ہیں۔ کہ اچھوت ادھار کرو۔ ہر روز کسی نہ کسی اچھوت کو پکڑ کر اس کے چرنوں کو پانی کا لوٹا لگا کر چرنامرت پیو۔ تاکہ وہ ہمارے سرپرست ہماری خوشامد سے خوش ہو کر اپنے دھرم کو نہ چھوڑیں"۔

سدرشن کی یہ تحریر کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ خود آریوں کے قلوب بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ موجودہ شدھی کوئی مذہبی رسم نہیں بلکہ یہ ایک سیاسی چال ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آریوں کا عمل شدھی صرف لڈو سے لڈو ٹکرا دینے تک ہی محدود ہے۔ اس سے آگے تمدنی یا مجلسی حقوق پر اس کا کوئی اثر نہیں جس کے نتیجہ میں شدھ ہونے والے ہمیشہ سر پیٹتے ہیں۔ کیونکہ چند آریوں کے "مہاشہ" کہنے دینے پر بھی تمدنی اور مذہبی رنگ میں وہ ویسے کے ویسے ہی اچھوت رہتے ہیں۔

گوشت خوری کیوں گناہ ہے

اس عنوان سے لالہ کشمیری لال صاحب گپت ۵ جون کے پرکاش میں لکھتے ہیں:۔

(الف) برکھشوں (درختوں) میں جیو (روح) ہے اور کوئی شاک آہاری (سبزی خور) بنا ان شاک بھل اینادی (وغیرہ) کھائے نروا (گذارہ) نہیں کر سکتا جلانے کے لئے ہرے برکش (سبز درخت) کاٹے جاتے ہیں۔ جگت پرسدھ سائنس دان شری جگدیش چندر بوس کے تجربات سے یہ بات نروواسدھ (بلاشبہ) ہو چکی ہے۔ کہ برکش بھی منش (آدمی) سمان (طرح) ہی چیتن شکتی (قوت مدرکہ) رکھتے ہیں۔ اور سکھ دکھ انوبھو (محسوس) کرتے ہیں۔ اور سکھ دکھ انوبھو کرنے کی وجہ سے ہنسا روپی پاپ (ایذا رسانی کا گناہ) ایسا ہی پشو بدھ (حیوانوں کے مارنے) میں ہے۔ جیسا کہ برکش کے کاٹنے اور اس سے کھاد سالگری میں ہے۔

(ب) جل (پانی) اور دودھ میں ہزار ہا کیٹ انو چھوٹے چھوٹے کیڑے) ورتمان سائنس نے ثابت کر دیئے ہیں۔ جل اور دودھ کا پریوگ کرنے سے شاک آہاری صدہا جیووں کو مار کر کھاتے ہیں۔ دودھ کے ابالنے سے وہ جیو مر جاتے ہیں۔ اور دودھ کے ساتھ پی لئے جاتے ہیں۔ جل میں جیوت (زندہ) ہی اندر چلے جاتے ہیں۔

(ج) مانس بھکشن (گوشت خوری) میں ہی کیوں پاپ ہے۔ جبکہ ایک شاک آہاری اپنی اودر پورتی (پیٹ بھرنے) کے لئے ان شاک پھل اور دودھ اور جل کے کھانے پینے میں ہنسا روپی پاپ ویسا ہی کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک مانس بھکشی۔ بلکہ انڈے کے استعمال میں تو دودھ کی اپیکشا (نسبت) کم پاپ ہوگا۔ اگر مانس بھکشن ثابت ہو سکے۔

نوٹ:- اور تو اور خود سوامی دیانند جی نے بھی ستیارتھ پرکاش میں درختوں وغیرہ میں روح کو تسلیم کیا ہے۔ اصول پرستی اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ آریہ وغیرہ فی الفور سبزی اور اناج خوری کو ترک کر دیں۔ مگر وہ کیوں ایسا کرنے لگے وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ہم ایسا کریں تو ایک ہفتہ کے اندر اندر آریوں کا خاتمہ ہے"۔

سور کے کھانیکے بد نتائج

وزیر زراعت نے مجلس زراعت میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جیسا کہ خطرہ کیا جا رہا تھا سکاٹ لینڈ میں پاؤں اور منہ کا مرض شروع ہو گیا ہے۔ اس کا سبب بلجیم۔ اور ہالینڈ وغیرہ سے سور کے ردی گوشت کی درآمد ہے۔ کار لائل اور کار لوک میں ان امراض کی کئی ایک وارداتیں ہو چکی ہیں۔ اخیر میں وزیر زراعت نے کہا کہ غیر ملکوں سے نکمے گوشت کی درآمد پر خاص پابندیاں عاید کرنی چاہیئے۔ اور ان امراض کے استیصال کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

آریوں کی ہمدردی کا ادنیٰ سا نمونہ

مشہور آریہ اپدیشک مہتہ جیمنی بی۔ اے جو آج کل ملک سیام میں بغرض پرچار گئے ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اس ملک میں

"سود پر روپیہ دینے کا کام بھی بہت منافع کا ہے۔ پانچ روپیہ فیصدی ماہوار سے پندرہ فی صدی ماہوار تک ملتا ہے۔ اس لئے پنجابیوں نے سود پر روپیہ دے کر بہت فائدہ اٹھایا ہے"۔

اور اس مضمون میں وہ ہندوستانیوں کو تحریص دلاتے ہیں کہ وہ سیام میں آکر سودی کاروبار شروع کر دیں۔ اللہ کی مخلوق کی خیر خواہی کی کیسی مثال ہے سود کیا ہے دوسرے کا خون چوسنا اور پھر اس قدر بھاری شرح اور پھر اس کے لئے ایک آریہ اپدیشک کا لوگوں کو تحریک کرنا۔ یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ آریہ میں مخلوق اللہ کی بہتری اور خیر خواہی کا فقدان ہے۔

مذہب اور پریم

پرکاش مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ دھرم کا قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر آپ ایک بات پریم سے حاصل نہیں کر سکتے۔ تو سمجھو کہ پریم کی کمی ہے۔ لیکن اب معلوم ہو گیا کہ دھرم میں پریم کا دخل نہیں۔ لاٹھی ہاتھ میں پکڑ لو کہدو کہ یا تو ہماری بات مانو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ . . . . یہ عجیب حکیم ہے کہ جو تمہاری بات نہ مانے اس کا سر اڑا دو"۔

معاصر پرکاش کی رائے معقول ہے دھرم میں پریم کا دخل ہونا چاہیئے۔ تاکہ ڈنڈے کا جو دھرم پریم سے دوسرے کے دل پر قابو پانے کی بجائے جدال و قتال یا ڈنڈہ بازی کا حکم دیتا ہے وہ مذہب انسانوں کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ جنگلی درندے اور حیوانوں کے لئے ہے۔ بلاشبہ یہ صحیح اور درست ہے مگر انیسویں صدی میں جبکہ ہر طرف تہذیب شائستگی کی پکار بلند ہو رہی ہے۔ ہندوستان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں ویدوں کے نام پر ایک مدعی اصلاح کھڑے ہوتے ہیں. اور وہ ایک کتاب ستیارتھ پرکاش جسے آریہ سماج پانچواں وید سمجھتا ہے. مرتب کرتے ہیں. اور اس کتاب کے تیسرے اڈیشن کے دوسرے سمولاس کے صفحہ ۵۳ پر یہ حکم دیتے ہیں۔

"جو ویدوں اور ویدوں کے مطابق کتابوں کو نہیں مانتا. اور ان کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے دہریہ کو ذات اور قطار اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے"

واہ واہ مذہب کے معاملہ میں پریم کی کیسی بےنظیر مثال ہے. جس کے لئے آریہ سماج عموماً اور آریہ سماج کا نادان دوست پرکاش خصوصاً مبارکباد کا مستحق ہے. اب ذرا تعصب کی عینک اتار کر اسلام کی تعلیم کو دیکھو.

پہلا ارشاد۔ لا اکراہ فی الدین. یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں. اور پھر یہ لکھا ہے.

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن" یعنی لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستہ (اسلام) کی طرف بلاؤ اور ان کے ساتھ بحث بھی کرو تو ایسے طور پر کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو

اب ان ہر دو تعلیموں کا مقابلہ کرو ع
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سکھ روبہ تنزل

۶. جون کا شیر پنجاب لکھتا ہے. کہ

"سکھوں کی تعداد میں بھی کمی واقع ہونے کے آثار پیدا ہو رہے ہیں. ضلع شیخوپورہ سے "کھم" قوم "سکھ پنتھ" کی بدقسمتی سے تنگ آئے ہوئے مذہبی سکھوں کے مسلمان ہونے پر آمادگی کے حالات موصول ہو رہے ہیں. ان مذہبی سکھوں کو بھی جو شہیدی جتھوں میں ہو کر آئے ہیں. کڑاہ پرشاد کے تقسیم کرتے وقت گوردواروں سے اٹھ جانے پر مجبور کیا جاتا ہے. شیخوپورہ میں ایک امرت دھاری سکھ جبکہ وہ جھیور کی دوکان پر روٹی کھا رہا تھا. نام نہاد سکھوں نے مذہبی مذہبی کہکر مروایا. اور بالآخران نرتنوں کے جن میں وہ روٹی کھا رہا تھا. پیسے دینے پر مجبور کیا گیا. کنووں پر سکھوں کو بدنام کرنے والے نام نہاد سکھ کسی گورو کے سکھ کا کنوئیں پر قدم رکھنا گوارا نہیں کرتے. جو ذات پات کے اعتبار سے ان کا ہم پایہ نہ ہو. سینکڑوں اشخاص اس ذلت سے تنگ آکر سکھ دھرم کو چھوڑ چکے ہیں اور ہزاروں چھوڑنے پر آمادہ ہیں. مگر ہرا ہو پارٹی بازی کا کہ کسی کی آنکھ سے آنسو نہیں ٹپکتا اور دل سے درد نہیں اٹھتا. اور کوئی سکھ دھرم کے اس زوال پر ماتم نہیں کرتا.

اس تنزل کا علاج

بلاشبہ سکھوں کے اس تنزل میں ہمیں اپنے معزز ہمعصر شیر پنجاب سے پوری پوری ہمدردی ہے. مگر شیر پنجاب کا نام نہاد سکھوں جو ذات پات کے شیدائی ہیں. کو کوسنا ٹھیک نہیں یہ نتیجہ غلط نکالا گیا ہے. سکھ مذہب کو جہاں تک ہم نے اسٹڈی کیا ہے. اس میں مساوات کی تعلیم اس شان سے ہے کہ اسلام سے دوسرے درجہ پر اگر نظر پڑتی ہے. تو سکھ مذہب پر ہی پھر سکھ مذہب میں قوت جاذبہ بھی ہے شری بھائی گورداس جی کا یہ قول "واہ واہ گورو گوبند سنگھ آپے گور چیلا" مساوات اور قوت جاذبہ کی بہترین نظیر ہے. مگر ایڈیٹر صاحب شیر پنجاب اس صداقت کے اظہار کے لئے معاف کریں. کہ سکھ مذہب کو اگر نقصان پہنچ رہا یا سکھ مذہب اب روبہ تنزل جا رہا ہے. تو یہ محض ہندوؤں کے تمدن کے اثر کو قبول کرنے اور ہندوؤں سے زیادہ میل ملاپ کا نتیجہ ہے. اگر سکھوں نے اس کا جلد سے جلد کوئی علاج نہ سوچا تو وہ وقت قریب آ رہا ہے جب ہندوؤں کا تمدن سکھ مذہب پر ایک ایسی کاری ضرب لگائے گا کہ پھر سکھ مذہب کی امتیاز اور نمایاں حیثیت بالکل ملیامیٹ ہو جائے گی تو ہماری دل وجان سے خواہش ہے. کہ خداتعالیٰ وہ وقت سکھ مذہب پر نہ لاوے. لہٰذا ہم نہایت دردمندانہ دل کے ساتھ عاقبت اندیش سکھوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر وہ سکھ مذہب کی امتیازی شان قایم رکھنا چاہتے ہیں تو جس قدر جلد ممکن ہو سکے. ہندوانہ تمدن کے اثر سے سکھ دھرم کو بچائیں. ورنہ یاد رکھیں کہ اگر سکھ مذہب کو ہندو تمدن سے دور نہ رکھا گیا. تو بہت جلد ہندوؤں کا تمدن سکھ دھرم کے خصوصی امتیاز کو مٹا دے گا. اور سکھ مذہب محض ایک تاریخی یادگار رہ جاویگا. ابھی سنبھلنے کا وقت ہے ورنہ ع

پھر پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

خطرے کا الارم

شدھی کا دوسرا حملہ عنقریب شروع ہونے والا ہے

بھارت ہندو شدھی سبھا نے اپنے ۱۴. مارچ ۱۹۲۶ء کے اجلاس دہلی میں یہ تجویز پاس کی ہے کہ سوامی شردھانند کو پھر سبھا موصوف کا صدر بنایا جاوے جو بڑے زور شور کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیں. چنانچہ سوامی جی نے اس بارگراں کو اپنے کندھوں پر لے لیا ہے. اور غالباً اخیر جون کو وہ پنجاب اور یو پی کا دورہ کرنے کے لئے اپنا پروگرام مرتب کرینگے اخبار نور کے ۱۹۰۹ء کے فائلز اس امر کے بہترین شاہد ہیں. کہ ایڈیٹر نور نے اس وقت خوابیدہ مسلمانوں کو جگانا شروع کیا. جبکہ تحریک شدھی ابھی ابتدائی حالت میں تھی. ان دنوں مجھے بھرت پور کی انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ پر مدعو کیا گیا. وہاں سے ڈیگ جانے کا اتفاق ہوا. اس دورہ میں مجھے بیس روز لگے ہوں گے. اور ان ایام میں جو کچھ میں نے راجپوتانہ میں آریہ سماج کی ریشہ دوانیوں کو دیکھا. اس کا میں نے انہیں دنوں اپنے اخبار میں مفصل ذکر کر دیا. جبکہ اشدھی کی ڈائن ابھی بحالت شیرخواری پرورش پا رہی تھی. میں نے پے درپے اس خطرے سے مسلمانوں کو جگانے کے لئے بیس مضامین لکھے اگر مسلمان اس وقت خواب غفلت سے بیدار ہو جاتے تو انہیں آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا. اس وقت جو کام ایک پیسہ میں ہو سکتا تھا. وہ آج کل روپیہ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونا بھی مشکل ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء کا آریوں کی شدھی کا حملہ اس کا بہترین شاہد ہے۔

اب بھی وقت ہے

اگر اب بھی مسلمانوں نے اس شدھی کے جو بھاٹا کے روکنے میں سعی نہ کی تو پھر چند سالوں کے بعد نہ صرف یہی کہ اس رو کو روکنا مشکل ہو جائیگا بلکہ ساتھ ہی اس کے ہندوستان میں مسلمانوں کی زیست کے لالے پڑ جائیں گے۔ اور اگر اب مسلمان ہمت سے کام لیں تو صرف یہی نہیں کہ شدھی کی رو رک سکتی ہے۔ بلکہ ۹ کروڑ اچھوت کہلانے والے بھی بخوشی حلقہ بگوش اسلام ہو سکتے ہیں۔ گو ابتدا میں مقابلہ سخت ہو گا۔ بے شمار آدمیوں اور بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ مگر آخر بفضل خدا میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گا۔ اور اگر مسلمانوں نے توجہی سے کام لیا تو مجھے خطرہ ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت بہت نازک ہو جائے گی اور ہندوستان کا وسیع ملک ان کے لئے تنگ ہو جائیگا خدا اس روز بد سے مسلمانوں کو بچائے۔

مالوی جی دوسرے رنگ میں

پٹنہ میں تقریر کرتے ہوئے جناب پنڈت مالوی جی نے کہا کہ ہندوؤں کو بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کی طرح اپنے خیالات کی تبلیغ و اشاعت کا حق حاصل ہے۔ مگر بلا شبہ یہ خیال کہ سات کروڑ مسلمانوں کو ہندو بنا لیا جائے۔ حماقت و دیوانگی ہے۔" غنیمت ہے کہ آخر مالوی جی کو بھی اس "حماقت و دیوانگی" کی سمجھ آ گئی۔ کیونکہ ابھی وہ کل کی بات ہے کہ جب آپ نے تحریک شدھی میں ارشاد فرمایا تھا کہ تیس ہزار مسلمانوں کے سوا جو سچا را اور ایران و عرب سے یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ باقی سب کے سب مسلمانوں کا خمیر بھارت ماتا کی پوتر بھومی سے اٹھایا گیا ہے۔ جن کو شدھ کر لینا ہندو جاتی کا حق ہے"۔ مگر آخر مالوی کو سمجھ آ گئی۔ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آ جاوے تو اس کو بھولا نہ کہنا چاہیئے۔

لائلپور میں ایڈیٹر نور کا سکھوں سے مباحثہ

اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں مبارکباد

معزز ہمعصر الفضل، پنے ۴ جون کے اشوہیں سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ لائلپور کی حسب ذیل تار شایع کرتا ہے:۔ "الحمد للہ انجمن احمدیہ لائلپور کا سالانہ جلسہ نہایت خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ ہر اجلاس میں حاضری خاصی ہوتی تھی۔ مختلف مضامین پر آٹھ شاندار لیکچر ہوئے۔ اور سکھ صاحبان کے ایک بہت کے ساتھ حضرت گورو نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے متعلق دلچسپ اور کامیاب مباحثہ ہوا پبلک مباحثہ سے از حد محظوظ ہوئی۔ جس کا اثر اچھا ہوا۔ مباحثہ میں خدا کے فضل سے ہمیں کامیابی ہوئی"۔

نور۔ اس مباحثہ میں کامیابی کی مجھے اس لئے بھی زیادہ خوشی ہے۔ کہ میرا مد مقابل نئی روشنی سے بہرہ ور اور سکھ مذہب کا زبردست عالم اور با اصول تھا۔ اس نے اثنائے تقریر میں صاف الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ میں ایڈیٹر نور کی تصانیف اور اخبار نور کا وقتاً فوقتاً مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ یہ جس ادب اور احترام کے ساتھ ہمارے گوروں کا نام لیتے ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ احمدیہ جماعت بہت مہذب واقع ہوئی ہے۔ جس کے لئے سکھوں کو ان کا مشکور ہونا چاہیئے"!

مباحثہ کا اثر ایک عارضی چیز ہے۔ اگر کسی قوم پر دوسری قوم کا اثر پڑ سکتا ہے۔ تو اس قوم کا کیرکٹر اور تہذیب ہے۔ سو اس کے لئے ایڈیٹر نور نے سکھوں میں بفضل خدا ایسی فضا پیدا کر دی ہے۔ کہ سکھوں کے بڑے بڑے لوگ اب علانیہ اس امر کا اظہار کرنے لگ پڑے ہیں جس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات والا صفات بجا طور پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ کیونکہ دراصل یہ آپکی ہی تربیت کا نتیجہ ہے۔

کیا مسلمانوں کی غفلت پر ماتم کرنیوالا ابھی کوئی نہیں

پچھلے دنوں مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسجد شیخ خیر الدین میں کہا کہ پنجاب میں ایک زبردست خفیہ سازش کے ذریعہ سے اب تک دس ہزار مسلمان عورتیں اکالنیں بنائی جا چکی ہیں"۔ اس الم انگیز خبر کو پڑھکر ایک درد مند دل کو جو چوٹ لگتی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں زبردست دلائل کی بنا پر ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے۔ اور خود فہمیدہ سکھ بھی ایک یا دوسرے رنگ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر مسلمان ہمت کریں اور سکھوں میں تبلیغ کے لئے ایک مرتبہ ہی اپنا پورا زور لگا دیتے تو ایک ربع صدی کے اندر اندر ہی اس بہادر اور شجاع کا معتد بہ حصہ حلقہ بگوش اسلام ہوا ہوتا۔ مگر محض مسلمانوں کی غفلت سے آج الٹی گنگا بہ رہی ہے۔

نہایت عمدہ و سستا مکان فروخت ہوتا ہے

مسجد اقصیٰ سے صرف ایک قدم کے فاصلہ پر دو منزلہ عالیشان مکان فروخت ہوتا ہے مسجد سے اس قدر قریب کہ انسان گھر بیٹھے بخوبی درس سن سکتا ہے۔ بازار و ڈاک خانہ وہ فاصلہ ہے اس قدر قریب کہ ملازم رکھنے کی ضرورت نہیں شہر کے عین مرکز میں واقع ہونے سے بفضل خدا بہت محفوظ ہے۔ نصف کنال زمین پر واقع ہے۔ مکانیت حسب ذیل ڈیوڑھی ۱۲ × ۸½ فیٹ مردانہ بیٹھک ۲۰ × ۱۴ فیٹ۔ سونے کا کمرہ ۲۵ × ۱۰ اسباب رکھنے کا کمرہ ۶½ × ۹½ زنانہ بیٹھک ۲۱ × ۱۳½ فیٹ باورچیخانہ ۱۸ × ۱۲½ صحن ۲۸ × ۱۸ فیٹ بالاخانہ ۲۰ × ۱۴ آ مکان کی چھت پر چو طرفہ ۴ فیٹ اونچے پردے مکان کے اندر باہر پختہ فرش اس قدر ہوادار کہ گرمیوں میں بھی انسان اندر سو سکتا ہے دونوں طرف شارع عام ایک شارع عام جو بازار بن رہا ہے۔ اور اس طرف چار دکانیں بن سکتی ہیں قیمت کا معاملہ و ثالثوں کے سپرد کیا جاوے۔ جو قیمت ڈالیں فریقین کو قبول کرنی ہوگی۔ خط و کتابت اس پتہ پر

(المشتہر مستری ...... قادیان ضلع گورداسپور)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبلیغ کیلئے بہترین کتابیں

اگر یہ سب کتابیں اکٹھی خریدیں تو نصف قیمت و محصول معاف

آریہ مذہب کی حقیقت آریوں میں تبلیغ کے لئے بے نظیر کتاب جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے۔

(۱) آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ بند۔ (۲) آریہ مذہب کی تنگدلی۔ (۳) مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی۔ (۴) آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت۔ (۵) مسئلہ نیوگ اور قانون۔ (۶) ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم (۷) کیا آریہ وید الہامی ہیں۔ (۸) آریہ سماج کے ممبروں کی حالت۔ (۹) ویدوں کی اندرونی سیر۔ (۱۰) ویدک ایشور کے کارنامے (۱۱) تناسخ کا بودا پن۔ (۱۲) پنڈت دیانند کا ستیارتھ عملی کسوٹی پر۔ (۱۳) آریہ کتب میں شدھی کا دروازہ بند۔ (۱۴) آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے۔ یا ایک سیاسی گروہ وغیرہ وغیرہ۔ اس کتاب میں آریوں کی کل کتابوں کا عرق نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ قیمت صرف عہ ر

ہندو دھرم کی حقیقت یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر۔ آج تک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ آریوں کی نسبت اسلام کے قریب ہیں اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس معرکتہ الآرا کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں۔ (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار۔ (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست جگ کے اوتار (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں۔ (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں۔ (۸) ایشور سور کے روپ میں۔ (۹) ایشور نصف انسان اور نصف حیوان کے روپ میں۔ (۱۰) ترتیا جگ کے اوتار (۱۱) ایشور باونے کے روپ میں۔ (۱۲) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں (۱۳) رام اوتار (۱۴) دوا پر جگ کے اوتار (۱۵) کرشن اوتار (۱۶) بدھ اوتار (۱۷) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی شہادت (۱۸) مذہبی رواداری اور برکات اسلام پر ہندو لیڈروں کی شہادتیں وغیرہ گویا ہندوؤں کے کل گرنتھ جو ہزارہا اوراق پر مشتمل ہیں۔ اور آج تک ان گرنتھوں میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک مسلمانوں کے کان میں نہ پڑی تھی۔ اسمیں کل کتنا نچوڑ ہی قیمت عیر

پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب مشہور آریہ اپدیشک پروفیسر رام دیو بی۔ اے کے اسلام پر حسب ذیل چھ اعتراضات کا دنداں شکن جواب (۱) قرآن مجید آنحضرت صلعم کا روزنامچہ ہے۔ (۲) فرشتوں کا ذکر شاعرانہ ہے۔ (۳) پردہ بری چیز ہے۔ (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے۔ (۵) گوشت انسان کی قدرتی غذا نہیں ہے۔ (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزہ ہیں۔ ان سوالوں کا جواب ملیا جامع ہے گویا کہ معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف اس کو پڑھکر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ قیمت ۸ر

ستیارتھ اپدیش یہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ اس کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارک ملاحظہ کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"کتاب ستیارتھ اپدیش میں نے پڑھی۔ مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی۔ اس کے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے اور دل اس امر پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ آپ کی اس کوشش کے نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائے گی اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتابیں آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں۔ اور قیمت مجھ سے وصول کر لیں" قیمت عمر

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر ہندوؤں نے مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان جدائی اور دشمنی ڈالنے کے لئے قطعی غلط مشہور کر رکھا ہے۔ کہ مسلمانوں نے سکھ گوروؤں خصوصاً گورو گوبند سنگھ جی کو بہت ہی ستایا۔ ان کے صاحبزادوں کو قتل کرایا وغیرہ۔ اس کتاب میں ازروئے واقعات اور معتبر تاریخی شہادتوں سے اس امر کو ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے یہ الزامات بالکل غلط بلکہ ان سب جور و ستم کے بانی ہندو تھے۔ اور برخلاف اس کے مسلمان ہر آڑے وقت میں سکھوں کے کام آئے اور سکھ گوروؤں کے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا۔ اس رسالہ کے معتبر اور زبردست ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ سکھوں کے مشہور اردو اخبار لائل گزٹ نے اس رسالہ کے مضمون کے ¾ حصہ کو حرف بحرف اپنی اخبار میں شائع کیا۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان اس مفید رسالہ کے مضمون سے آگاہ ہو۔ قیمت ۵ر

سکھ اور مسلمان ایڈیٹر نور کا وہ لیکچر جو گذشتہ سالانہ جلسہ پر دیا گیا اور احباب و دوستوں کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا۔ کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ صرف چند کاپیاں باقی ہیں۔ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے بہترین حربہ ہے۔ قیمت فی کاپی ۶ر

ملنے کا پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور